تفصیلات

نام کتاب	:	فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اوران کے خلفاء عالی مقام (جلد دوم)
ترتیب وتالیف	:	مولانا مفتی ریاست علی قاسمی رام پوری مفتی واستاذِ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ (یو.پی.)
کمپوزنگ	:	جناب عبدالصبور امروہی (شاہی چبوترہ، امروہہ)
سن اشاعت	:	۱۴۴۴ھ/۲۰۲۲ء
صفحات	:	۵۳۴
تعداد	:	۱۱۰۰
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ "العافیہ" امروہہ یو.پی.

کتاب ملنے کے پتے

۱. کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند
۲. دارالکتاب، دیوبند
۳. اتحاد بک ڈپو، دیوبند

سہارن پور و دیوبند کے تمام ہی کتب خانے

حضرت مولانا سید معین الاسلام صاحب قاسمی

ولادت

آپ کی ولادت بتاریخ ۷/جنوری ۱۹۳۵ء بروز دوشنبہ بمطابق یکم شوال المکرّم ۱۳۵۵ھ بوقت صبح صادق ہوئی، یعنی آپ عید کے دن صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔

مقام ولادت

آپ کا مقام ولادت گوہالی پور قصبہ سونگڑھ ہے، پوری ریاست اڑیسہ میں قصبہ سونگڑھ مردم خیزی کے لیے مشہور ہے، سونگڑھ کے علماء پوری ریاست کی نمائندگی کرتے ہیں، آپ کا خاندانی تعلق اسی قصبہ سونگڑھ سے ہے، آپ کی ولادت اپنے ننہیال یعنی گوہالی پور میں ہوئی جب کہ آپ کا وطن اصلی اسی قصبہ سونگڑھ کا ایک مشہور محلہ محی الدین پور ہے، جہاں سے آپ کے آباء گوہالی پور منتقل ہو کر وہیں قیام پذیر ہوئے، جو ان کا وطن اقامت بنا، فی الحال آپ کا قیام موضع شنکر پور، ڈاکخانہ چھانی پور، ضلع کٹک ہے، فی الحال آپ کا یہی وطن اقامت ہے۔

نام ونسب اور خاندانی پس منظر

باعتبار نسب آپ کا تعلق سادات خاندان سے ہے، مشہور قول کے مطابق یوپی ضلع مرادآباد سے تعلق رکھنے والے ابوالہاشم جو کہ سادات تھے، اپنے چار بھائیوں سمیت اڑیسہ تشریف لائے، ان میں سید ابوالہاشم قصبہ سونگڑھ کے محلہ رسول پور میں قیام پذیر ہوئے، ان ہی سے سونگڑھ میں سادات کا سلسلہ جاری ہوا۔ آپ کا تعلق اسی ہاشمی خاندان سے ہے، سید ہاشم کے ایک صاحب زادے جن کا نام محی الدین ہے، ان ہی کے نام سے محلّہ محی الدین پور آباد ہوا۔ اسی محی الدین پور

سے آپ کا خاندانی تعلق ہے، سید ہاشم تک سلسلۂ نسب گیارہویں پشت پر ملتا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے: معین الاسلام بن محمد صدیق بن آفتاب الدین بن طہار الدین بن حیدر علی بن علی حیدر بن محمد یعقوب بن علی حیدر بن محمد حسین بن ابوالہاشم بن محی الدین بن سید ہاشم۔

تعلیم وتربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور محلہ کی مسجد میں ناظرہ قرآن شریف شروع کیا جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ (کوکب النساء) کا انتقال ہوگیا اور بعد وصال والدہ آپ بغرض تعلیم شہر کٹک اپنے بڑے بھائیوں کے ہمراہ آئے اور ناظرہ قرآن پاک تصحیح کے ساتھ شروع کیا جس کی تکمیل کٹک ہی میں ہوئی۔

تکمیل ناظرہ کے بعد اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم کی بھی شروعات ہوئی، چونکہ اس دور میں ریاست کے اندر درس نظامی کے طرز پر کوئی ادارہ نہ تھا، دینی رجحان اور اس کے اثرات خال خال نظر آتے تھے، پوری ریاست میں عام طریقۂ تعلیم درسِ نظامی کے بجائے درسِ عالیہ کا تھا، علماء گنے چنے تھے، جن کی تعداد محدود تھی، ان میں سے تین علماء جو دیوبند وغیرہ سے درسِ نظامی کے طرز پر فارغ التحصیل تھے یکے بعد دیگرے انتقال فرماگئے جس کی وجہ سے بچوں کو دیوبند بھیجنے کا تصور کالعدم ہوگیا۔ لوگوں کے خیالات ہی فاسد ہوگئے، ان کے دلوں میں وہم سماگیا، اس لیے بچوں کو دیوبند بھیجنے سے گریز کرتے رہے۔ دوچار علماء ہی رہ گئے، ان میں بھی سارے علماء سرکاری اسکولوں سے منسلک ہوکر ملازمت کرنے لگے جس کی وجہ سے دینی ماحول بھی کماحقہ نہ بن سکا جس کا اثر یہ ہوا کہ سونگڑھ میں قادیانیت پھیل گئی، اکثر اعزہ قادیانیت اختیار کرگئے، ایسے حالات میں جبکہ دینی مدارس درس نظامی کے طرز پر بالکل بھی نہیں تھے، درسِ عالیہ کے تحت ایک مدرسہ شہر کٹک میں مدرسہ سلطانیہ کے نام سے جاری تھا، جو مدرسہ اکزامینشن بورڈ بہار، اڑیسہ، پٹنہ کے زیر اختیار تھا۔

اسی مدرسہ میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ۱۹۴۴ء سے ہوا۔ تقریباً چھ سال اسی مدرسہ میں زیر تعلیم رہے، اس کے بعد ۵۰ء بمطابق شوال ۱۳۷۰ھ میں والد صاحب کے ایماء پر جو کہ حضرت

تھانویؒ سے بیعت تھے، آپ نے ہردوئی مدرسہ اشرف المدارس میں داخلہ لیا اور از سر نو فارسی سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ کے زیر سایہ تین سال ہردوئی قیام رہا۔

دار العلوم دیوبند میں داخلہ اور فراغت

وہاں سے ۵۴ء میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لے کر چار سال میں تعلیمی دور مکمل کیا۔ جہاں پہلے تین سالوں میں کنز الدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، شرح جامی، قطبی، سلم العلوم، میبذی، مقامات حریری، اصول الشاشی، نور الانوار، جلالین، مشکوٰۃ شریف وغیرہ کتابیں پڑھیں اور چوتھے سال دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

بچپن میں ناظرہ قرآن شریف کی تعلیم گھر پر ہوئی اور اس کی تکمیل شہر کٹک میں مولانا عبدالرشید صاحب مرحوم سے کی۔ حفظ کا نہ کوئی اہتمام تھا، نہ التزام، پورے شہر میں دو ہی حافظ تھے، وہ بھی صرف ماہِ رمضان المبارک میں جانے جاتے تھے، جس کی وجہ سے حفظ کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔

اساتذۂ احادیث

حدیث پاک میں مشکوٰۃ شریف مولانا جلیل احمد کیرانوی صاحبؒ سے پڑھی اور کچھ دن خارجی اوقات میں حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند سے سماعت کی، دورۂ حدیث شریف میں بخاری شریف ابتداء حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی اور ختم فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ شیخ الحدیث سے ہوئی، مسلم شریف اور ترمذی شریف حضرت علامہ ابراہیم صاحبؒ بلیاوی سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ سے، ابن ماجہ شریف ونسائی شریف حضرت مولانا بشیر احمد خاں صاحب بلند شہریؒ سے پڑھی۔

چار سالہ قیام دار العلوم کے زمانہ میں زیادہ تر حضرت شیخ الاسلام کی مجلس میں حاضری رہتی، علاوہ ازیں علامہ بہاریؒ، علامہ عبدالاحدؒ اور بھائی جی حضرت مولانا سعید احمدؒ جو کہ حضرت گنگوہیؒ کے نواسے تھے، کی صحبت میں حاضری رہتی۔

نکاح واولاد

نکاح ۲۷/مئی ۱۹۶۲ء قصبہ سونگڑھ ہی میں ہوا۔ ۹/اولاد سلامت ہیں جن میں دولڑکیاں اور سات لڑکے ہیں، بڑے لڑکے عصری تعلیم کے علاوہ مدرسہ بورڈ کے فاضل ہیں، سرکاری اسکول میں ملازمت کرتے ہیں۔ الحمدللہ صاحب اولاد ہیں، دوسرے لڑکے دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ طبیہ کالج علی گڑھ سے طب یونانی کے سند یافتہ ہیں اور الحمدللہ صاحب اولاد ہیں۔ تیسرے لڑکے حافظ ہیں اور کمپیوٹر سے کتابت سیکھ کر علی گڑھ ہی میں اپنے کام میں مشغول ہیں اور بحمدللہ صاحب اولاد ہیں۔ چوتھے عصری تعلیم میں بی.ایس.سی. کے بعد مدرسہ بورڈ کے عالم بھی ہیں، پانچویں لڑکے فاضل حدیث اور فاضل اردو مدرسہ بورڈ سے حاصل کر چکے ہیں اور دو چھوٹے لڑکے فی الحال مدرسہ بورڈ سے مولوی پاس کر چکے ہیں اور زیر تربیت ہیں، دونوں لڑکیاں شادی شدہ ہیں اور ماشاء اللہ صاحب اولاد بھی ہیں۔

علاقہ اور اطراف کے حالات

ہماری ریاست اڑیسہ میں مسلمانوں کا تناسب آبادی کے اعتبار سے ۲/فیصد ہے، فی الحال مدارس کے قیام سے الحمدللہ علماء پیدا ہو رہے ہیں۔ عوام میں دینی جذبہ بیدار ہو رہا ہے، عقائد بھی الحمدللہ درست ہوتے جا رہے ہیں، اس کے باوجود بھی جہالت کا غلبہ وزور ہے۔ دینی فہم کا فقدان ہے؛ لیکن حالات پہلے سے کافی بہتر ہیں۔ اس سے پہلے تک لوگ قادیانیت سے متاثر ہو کر قادیانیت قبول کر لیتے تھے اور اسی پر مصر رہتے تھے، تائب نہیں ہوتے تھے مگر اب حالات بدل رہے ہیں۔ الحمدللہ وہ لوگ اب تائب بھی ہو رہے ہیں، اس سلسلہ میں یہاں علماء نے خوب محنت کی ہے، لوگوں کے مزاج کو بدلا ہے، قادیانیت سے متعلق ساری معلومات جمع کی گئی ہیں، لوگوں کو اس سے بچنے کا طریقہ اور اس کے مضر اثرات سے باخبر کیا جا رہا ہے جس سے لوگوں میں آہستہ آہستہ دینی بیداری کا ماحول بنتا جا رہا ہے۔ مدارس دینیہ کا جال پھیل گیا ہے، قادیانیت کے مکروفریب سے لوگوں کو آگاہی ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں خوب اصلاحی کام ہو رہے ہیں، اس

کے ساتھ ہی تبلیغی کام بھی جاری ہے، عوام کو زیادہ سے زیادہ اسی کے ساتھ جڑنے کی تلقین کی جارہی ہے، علماء کی جماعت بھی اس میں شریک کار ہے۔ ماحول بدلنے لگا ہے۔ اب لوگ اکابرین امت سے جڑنے بھی لگے ہیں، ان سے تعلقات پیدا کر کے اپنے احوال بھی سدھارنے اور انھیں بہتر بنانے کی سعی کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

دینی وملی سرگرمیاں

چونکہ تعلیم کا آغاز صحیح معنوں میں پندرہ سال کی عمر میں ہوا، تین سال حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کی صحبت میں گزری، اور چار سال دارالعلوم دیوبند میں قیام رہا، جوکہ حضرت شیخ الاسلام مدنی کا دور تھا جس سے حضرتؒ کی صحبت بھی بحمداللہ میسر رہی۔ چار سال بعد دارالعلوم سے فراغت بعمر ۲۲ رسال ہوئی، فراغت کے بعد وطن واپسی ہوئی اور کچھ دنوں تک ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید محمد اسماعیل صاحبؒ جوکہ اڑیسہ کے مایۂ ناز عالم اور عالم اسلام کے زبردست مناظر تھے، قادیانیت کے خلاف بحث ومناظرہ میں حضرت موصوف کے ساتھ شریک رہے اور اس کی نوعیت کو سمجھنے میں آسانی رہی۔ اس لیے اکثر وبیشتر ان کے ساتھ شرکت رہی۔ بعد میں قصبہ سونگڑھ کے بعض مخیر حضرات کی کوششوں سے ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آیا جو مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے نام سے قائم ہوا جو بعد میں ترقی کرتے کرتے آج مرکز العلوم کے نام سے مشہور ومقبول ہوا۔ اس مدرسہ کا قیام پوری ریاست کے لیے عموماً اور قصبہ سونگڑھ اور اس کے اطراف کے لیے خصوصاً مسلمانوں کی اجتماعیت کا سبب اور ان کی پہچان بنا۔ علماء کی محنت سے عوام اس کے ساتھ منسلک ہونے لگے، یہ مدرسہ بھی اہل سونگڑھ کے مخیر حضرات کی دین ہے، جنھوں نے حضرت شیخ الاسلامؒ سے اپنا تعلق قائم رکھا اور حضرتؒ کے ذریعہ حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ پر دباؤ ڈالا گیا کہ آپ اس مدرسہ کی ذمہ داری نبھائیں، چنانچہ مولانا مرحوم حضرتؒ کے حکم سے اس مدرسہ میں تعلیم وتبلیغ کا کام انجام دینے لگے۔ ۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں تقریباً چھ مہینہ تک فی سبیل اللہ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا جس میں قدوری اور ہدایۃ النحو، مرقات، اصول الشاشی وغیرہ کتابیں زیر تدریس رہیں۔ اس کے

بعد اپنے قدیم مدرسہ جو شہر کٹک میں مدرسہ سلطانیہ کے نام سے واقع ہے، بحیثیت مدرس دوم ملازمت اختیار کی؛ چونکہ اسی مدرسہ سے تعلیم کا آغاز ہوا تھا اور تقریباً سات سال تک اسی مدرسہ میں زیر تعلیم رہے تھے، اس لیے مدرسہ کے ذمہ دار حضرات خاص کر استاد اول مولانا عبدالرشید صاحب مرحوم جو اس وقت مدرسہ کے صدر مدرس تھے، کے مشورہ اور حکم سے ملازمت کی، جس میں زیادہ تر درس عالیہ کے طرز پر تعلیمی نظام تھا، اس مدرسہ میں مشکوۃ شریف تک کی تعلیم کی ذمہ داری رہی، چونکہ فقہ و حدیث سے زیادہ مناسبت تھی، اسی لیے اکثر قدوری، شرح وقایہ، مشکوۃ شریف زیر درس رہیں۔ اسی ادارہ ہی میں تقریباً ۴۵ رسال تک مشغولیت رہی جس میں ۲۵ رسال تک تعلیمی مشغلہ رہا اور آخری ۲۰ رسال مدرسہ کے انتظامی امور سے منسلک رہنے کے ساتھ درس کی ذمہ داری بھی رہی جبکہ حال میں اس مدرسہ سے سبکدوشی ہوئی۔

قیام مدارس و مکاتب

۸۰ء میں حضرت قاری امیر حسن صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے دست مبارک سے حضرت فقیہ الامتؒ کے منشاء کے مطابق بمقام صالحپور ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، جو مدرسہ عربیہ کنز العلوم کے نام سے موسوم ہے، بعض نامساعد حالات کی وجہ سے ۹۰ء میں جب حضرت فقیہ الامت کی اڑیسہ تشریف آوری ہوئی پھر اس کی از سر نو سنگ بنیاد بمقام باریگول محمود نگر لونہار میں رکھی گئی جو بحمد اللہ آج تک قائم ہے اور اس کی تعلیمی سرگرمیاں جاری ہیں، فللہ الحمد، جس میں ناظرہ وحفظ کے ساتھ عربی کی ابتدائی تعلیم درس نظامی کے طرز پر جاری ہے جس کی قیادت و انتظامی امور کی دیکھ بھال کے ساتھ اس کی مزید ترقیات کے لیے کوشاں ہیں، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔ اس کے علاوہ ایک مدرسہ اور بھی ہے، جو کہ یہاں سے بہت دور پسماندہ علاقہ سے تعلق رکھتا ہے، راجہ کھر پارو ہاں بھی موصوف کی جدوجہد سے دینی ماحول پیدا ہو رہا ہے، جہاں پہلے بدعات کا غلبہ تھا، اپنی مسجد تک نہیں تھی، اب وہاں پر محنت کی وجہ سے مدرسہ کے ساتھ ساتھ مسجد کی بنیاد بھی قائم ہے اور تبلیغی کام بھی ماشاء اللہ خوب ہو رہے ہیں، لوگ جماعت کی شکل دے کر ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہتے ہیں اور مقامی اجتماعات میں شریک بھی ہو رہے ہیں، یہ

سب خدا کی مہربانی اوراس کا کرم ہے، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت فقیہ الامت سے تعلق

حضرت فقیہ الامتؒ کو پندرہ سال کی عمر میں ہردوئی میں سب سے پہلے دیکھا، تعلیم حاصل کرنے کے دوران، ہی حضرتؒ کی ہردوئی تشریف آوری کے موقعہ پرزیارت کا شرف حاصل ہوا۔ پھر دوبارہ دوسرے ہی سال حضرت اقدس نے تین ماہ ہردوئی میں قیام فرمایا جس میں باضابطہ حضرتؒ سے قدوری، ہدایۃ النحو، اصول الشاشی، مرقات پڑھنے کی سعادت ملی، اسی زمانہ ہی سے حضرت اقدس سے تعلق اور صحبت نصیب ہوتی رہی۔

بیعت وسلوک

ہردوئی سے تعلیمی مراحل طے کرنے کے بعد جب دارالعلوم دیوبند حاضری ہوئی اور حضرت شیخ الاسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضرت کی علومرتبت سے مرعوب ہوئے بنا نہ رہ سکااور داعیہ پیدا ہوا کہ حضرتؒ ہی سے بیعت کا تعلق قائم کرلیا جائے مگر چونکہ حضرت طالب علموں کو بیعت نہیں فرماتے تھے، اس لے فراغت کے بعد حضرت سے بیعت ہونے کا ارادہ کرلیا مگر وقت کی ستم ظریفی دورۂ حدیث ہی کے سال میں حضرتؒ کی رحلت ہوگئی جوکہ ۱۳ر جمادی الاول ۱۳۷۷ھ کی تاریخ تھی، اس وجہ سے اس سعادت سے محرومی رہی بعد فراغت حضرت فقیہ الامت کے مشورہ سے حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت ہونے کی سعادت ملی، کئی سال دوری کی وجہ سے آمد ورفت میں سہولت نہ ہوسکی جس کے سبب حضرت فقیہ الامت اور حضرت شیخ الحدیث دونوں سے کافی بُعد ہوگیا پھر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ۱۹۷۱ء سے حاضری کے ذریعہ آمد کا سلسلہ شروع ہوا جو زیارت وملاقات کا ذریعہ بنتا رہا اور ماہ رمضان المبارک میں حاضری ہونے لگی۔ حضرت شیخ الحدیث کا رمضان اگر سہارنپور میں ہوتا تو حاضری نصیب ہوتی ورنہ محرومی رہتی۔ آخری عشرہ اکثر اپنے ہی وطن میں معتکف ہونے کی نوبت آتی۔ حضرت شیخ الحدیث کا ہندوستان کا آخری سفر رمضان المبارک کے بعد ہوا، جس میں صرف زیارت ہی نصیب ہوئی چونکہ حضرتؒ

کی طبیعت علیل تھی، اس لیے بات چیت کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔ اسی زمانہ میں حضرت شیخ کے اعلان کے بعد کہ میری غیر موجودگی میں ہندوستان میں لوگ مفتی محمود کو میرا بدل تصور فرمائیں، حضرت فقیہ الامتؒ سے اصلاحی تعلق کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت نے شیخ کی وفات کے بعد خواب دیکھا حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ کیوں پریشان ہوتے ہو، تمہارا حصہ حضرت فقیہ الامت کے پاس ہے، ان سے لے لینا۔ اس خواب کے بعد حضرت فقیہ الامت سے اسی سال رمضان المبارک میں جب سہارن پور حاضری نصیب ہوئی تو ڈرتے ڈرتے اپنا خواب بیان کیا جس کے جواب میں حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ کیا جیب میں رکھا ہوا ہے جو نکال کر دے دوں گا۔ اس جواب سے اندازہ ہوا کہ اصل مقصد یہ ہے کہ حضرت فقیہ الامت کی طرف رجوع کیا جائے اور اس دربار سے اپنے آپ کو منسلک رکھا جائے اور حضرت سے تعلقات کو مستحکم کیا جائے۔

حضرت فقیہ الامت سے وابستگی

جب اصل مقصد کا علم ہوا گیا اور خواب کی حقیقت معلوم ہوئی تو اب آپ نے حضرت فقیہ الامتؒ سے درخواست واستدعا کی کہ اپنے حلقہ بگوشوں میں شامل فرمائیں، جواب میں حضرتؒ نے فرمایا کہ بیعت کی ضرورت نہیں وہی بیعت کافی ہے جو کچھ معمولات کرتے ہو، کرتے رہو۔ جہاں ضرورت ہو پوچھ لینا، پھر تو اس کے بعد حضرتؒ سے قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ اس در کے علاوہ کسی اور در کے دیکھنے کی تمنا نہ رہی اور نہ ہی ضرورت، بسیار ضروریات اسی در سے پوری ہونے لگیں، جہاں کہیں کوئی خلجان ہوتا، حضرت سے عرض کرتا، فوراً اس کا مداوا ہو جاتا۔ حضرت ایسے شفیق و مہربان تھے کہ بیان ہی نہیں کیا جا سکتا اور رعب اتنا ہوتا کہ اولاً کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی مگر حضرت کی باتیں ایسی ہوتیں کہ اس مجلس میں رعب کچھ کم ہو جاتا اور ایسی ہمت بندھ جاتی کہ حضرت سے کلام کرنا اور اپنی باتیں بیان کرنا آسان ہو جاتا، کئی بار اس کا تجربہ ہوا اور حضرت کی شفقتوں کی وجہ سے سارے مراحل بآسانی طے ہو گئے۔ اب تو ایسا ہونے لگا کہ حضرت کی خدمت میں درمیانی سال بھی حاضر ہو جاتا اور رمضان المبارک میں مستقل حاضری رہتی۔ حضرت کی خدمت میں سال کا پہلا رمضان المبارک سہارن پور میں گزرا اور خدمت میں حاضری کی سعادت

ملی اس کے بعد ۸۵ء میں ڈابھیل رمضان المبارک کے موقعہ پر حاضری نصیب ہوئی۔

اجازتِ بیعت اور خلافت

جس سال رمضان المبارک میں جب آپ کی ڈابھیل حاضری ہوئی تھی، ۲۳ رویں رمضان کی شب کو تہجد کے بعد اذان سے قبل حضرت فقیہ الامتؒ نے ملنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس اچانک حکم کے ملنے سے قلب میں ایک عجیب قسم کا اضطراب اور خوف طاری ہوا، کیونکہ حضرت خود ملنے کے لیے پہلی مرتبہ ارشاد فرما رہے تھے، ذہن میں بار بار یہی تصور ابھرتا کہ کہیں کوئی لغزش یا قصور تو نہیں ہو گیا، کوئی خلاف واقعہ بات تو نہیں ہوگئی جس کی وجہ سے طلبی ہو رہی ہے، غرض یہ کہ طرح طرح کے خیالات آتے اور ذہن ودل میں اضطراب پیدا ہوتا، بار بار خیال آتا کہ شاید کوئی قصور ہو گیا ہے جس کا علم تو نہیں ہے، ذہن پر زور دیتا کہ کوئی لغزش یا قصور یاد آجائے اپنے بساط کے موافق خوب کوشش کی مگر ذہن میں کوئی بات نہیں آرہی تھی، ذہن میں یہ بات سما گئی کہ ضرور کوئی لغزش ہوئی ہے۔ اب ڈانٹ تو پڑنی ہے، جب پریشانی کسی طور پر کم نہ ہوئی گھبراہٹ بدستور قائم رہی، حضرت قاری امیر حسن صاحب دامت برکاتہم بھی ساتھ تھے، انھوں نے جب اتنا پریشان دیکھا اور گھبراہٹ دیکھی تو وجہ دریافت فرمائی، جب حضرت موصوف نے طلبی کے متعلق سنا تو تسلی دینے لگے اور فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں، ان شاء اللہ خیر ہی ہوگی، تسلی خاطر رکھو، پریشان نہ ہو۔ الغرض بے قراری اور گھبراہٹ کے ساتھ ڈرتے ڈرتے جب وقت مقررہ پر حاضری ہوئی تو سلام کے بعد فرمایا کہ اب تک تمہارے معمولات کیا ہیں، سارے معمولات جو حضرتؒ کے حکم سے جاری تھے، ان معمولات کو حضرت کے سامنے پیش کرتا رہا اور اپنی نااہلی و خوف کا اظہار کرتا رہا، اس پر حضرت نے فرمایا "إن اللہ معنا" کا مراقبہ کرلیا کرو، اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ تم سے کوئی بیعت ہونے کے لیے کہتا ہے؟ اس کا جواب سوائے اپنی نااہلی کے کیا دیتا، عرض کیا کہ حضرت بعض احباب نے پوچھا بیعت ہونے کے لیے کہتے ہیں تو ان سے جواب میں یہی کہتا کہ بھائی میں اس کا اہل نہیں ہوں، اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں اہل ہوا گر تم سے کوئی بیعت ہونا چاہے تو اسے بیعت کر لینا، میری طرف سے تم کو بیعت کی اجازت ہے۔

حضرت کی اجازت کا سن کر اپنی نا اہلی کو مد نظر رکھتے ہوئے مارے گھبراہٹ کے حضرت کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر رونے لگا، تھوڑی دیر بعد فرمایا جاؤ آج لیلۃ القدر ہے آج کی رات جا کر دعا مانگو اپنے لیے اور میرے لیے بھی۔ اسی حال میں وہاں سے اُٹھ کر آ گیا اور نماز تہجد پڑھ کر دعا کرتا رہا تھوڑی دیر بعد اذان ہوئی بعد نمازِ صبح حضرت قاری امیر حسن صاحب دامت برکاتہم نے بلوا کر پوچھا کہ کیا رہا۔ حضرت قاری صاحب چونکہ میرے بڑے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ میرے مشفق استاد بھی۔ اس لیے حضرت کے پوچھنے پر سارے حالات من وعن بیان کر دیے جس کے جواب میں حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مبارک ہو اللہ استقامت نصیب کرے، پریشان نہ ہو مجھے حضرت کی طلبی پر اندازہ ہو گیا تھا کہ تمہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔ اسی لیے بار بار تسلی دیتا رہا تھا۔

تصنیفات وتالیفات

آپ نے ایک کتاب ''تعلیمات قرآن'' کے نام سے مرتب کی ہے جس میں مقام قرآن اور اس کے آداب وفضائل بیان کئے گئے ہیں۔

دوسری کتاب زیر ترتیب ہے، دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ اس کی جلد تکمیل فرما کر جملہ مراحل طے فرما کر منظر عام پر لانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔